ڈاکٹر وحید الدین*

عدل اور عدلیہ

اس وقت ملک عدالت عظمٰی کے بحران میں پھنسا ہوا ہے اس تناظر میں زیر نظر مقالہ میں اسلام کے نظام عدل و عدلیہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ....(ادارہ)

عدلیہ کی آزادی۔ قانون کی حاکمیت:

عدلیہ کی آزادی، ریاست کی سیاست اور خود مختاری کی علامت ہے، اس لئے اصل قضاء وہ ہے جو اجنبی قوموں کے تسلط سے آزاد ہو، قانون ساز ادارہ یعنی مقننہ گو مرتبہ کے اعتبار سے عدلیہ سے بلند ہے لیکن عدلیہ کی خود مختاری میں مداخلت کرنا اس کے لئے بھی جائز نہیں۔ تمام اقوام کے وساتیر اسی پر متفق ہیں۔ (۱)

قضاء کی خود مختاری قانون کی برتری کی ضمانت ہے اور قانون کی برتری معاشرہ کے ہر فرد کے حقوق کی ضمانت ہے۔ عدلیہ کے دائرہ اثر سے ریاست کا کوئی فرد خارج نہیں ہو سکتا نہ ہی حکومت وقت کو عدلیہ پر اثر انداز ہو کر ظلم پر آمادہ کرنے اور حق و عدل سے روکنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔

عدل و انصاف کا قیام ایک عظیم معاشرتی ضرورت ہے، کیونکہ بعض فطری میلانات کے عدم اعتدال سے فساد پیدا ہوتا ہے، عدلیہ ان میلانات کو اعتدال پر رکھتی ہے۔ چرچل سے ایک دفعہ کہا گیا کہ برطانیہ کے انتظامی اور سیاسی عملے میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر اس نے پوچھا۔ عدلیہ کیسی ہے۔ اسے بتایا گیا کہ وہ درست ہے۔ اس نے کہا کہ پھر تو کوئی اندیشہ نہیں یہ اس لئے کہا کیونکہ عدلیہ سے بگاڑ درست ہو جاتا ہے۔

برطانیہ میں ملکہ برطانیہ اگر قتل کر دے تو اس پر مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ قانون کی اس محکومی کو دیکھ کر حکیم مولن پکار اٹھا: ''قانون مکڑی کا جالا ہے طاقتور اس کو توڑ کر نکل جاتا ہے اور کمزور پھنس جاتا ہے''

---

* چیئرمین شعبہ عربی علوم اسلامیہ و تحقیق گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا ابوالکلام ایک قدم اور آگے آئے وہ فرماتے ہیں ''دنیا میں سب سے زیادہ ناانصافیاں میدان ہائے جنگ کے بعد عدالت کے کٹہرے میں ہوئی ہیں''

اسلام نے عدلیہ کی بالادستی کا جو تصور پیش کیا ہے دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے عدلیہ کا انتظامیہ کی بے جا مداخلت سے آزادی اور اس کی بالادستی قیام عدل کی بنیادی شرط ہے یہ اسلام کی عظمت اور آپ ؐ کا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ قانون کو حاکمیت Rule of Law بخشی۔

قرآن کریم: وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض مآ انزل اللہ الیک (۲)

اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدر آمد نہ کیجئے۔ اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کو اللہ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بچلادیں۔

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمناً علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم عما جاءَک من الحق لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا (۳)

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔

سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا ایھا الناس انما مفصل من کان قبلکم کانوا اذا سرق الشریف ترکوہ واذا سرق الضعیف فیھم اقاموا علیہ المتد وایم اللہ لوان ناطمۃ بنت محمدؐ سرق لقطع محمدؐ یدھا۔ (۴)

اے لوگوں! تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لئے گمراہ ہوئی ہیں کہ ان کے اونچے درجے کے لوگ جب چوری کرتے تھے تو ان کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کم درجہ کے لوگ چوری کرتے تو ان کو مقررہ سزا دیتے تھے خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو محمدؐ ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ آپ ؐ کا فرمان اس موقع پر تھا جب قریش کے قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود سے چوری کا جرم سرزد ہوگیا۔ قریش کے کہنے پر حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے سزا معاف کرنے کی سفارش کی جس پر آپ ؐ نے مذکورہ

الصدر ارشاد فرمایا۔

یہودیوں کے ایک مقدمہ زنا کی سماعت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کے بڑے عالم سے کہا کہ میں تم کو اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰؑ پر تورات نازل کی تھی۔تورات میں کیا زنا کی سزا یہی منہ کالا کرنا ہے جو تمہارے درمیان مروج ہے۔اس نے کہا سچی بات یہ ہے کہ تورات میں تو اس جرم کی سزا رجم بتائی گئی ہے۔مگر ہمارے شہزادوں میں جب زنا کی کثرت زیادہ ہوگئی تو ہم نے ان کو سزا دینا چھوڑ دیا اور کمزور لوگوں پر یہ سزا بدستور نافذ کرتے رہے۔بعد میں ہم نے مشورہ کیا کہ ایسی سزا مقرر کرنی چاہیے جو سب پر نافذ کی جاسکے۔چنانچہ ہم نے کچھ مار پیٹ اور منہ کالا کر کے مجرم کا جلوس نکالنے کی سزا مقرر کردی۔اور رجم ترک کردیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا ہے جسے ان لوگوں نے معطل کردیا تھا(۵) اور پھر ان یہودی زانیوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا جن کا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔اس واقعہ کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیات اکتالیس تا سینتالیس نازل ہوئی ہیں۔تورات میں شادی شدہ عورت سے زنا کی سزا سنگسار کرنا تھی۔(۶)

عبداللہ بن جبیر خزاعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی یا مسواک تھا، جس سے ایک شخص کے پیٹ میں چوٹ آگئی اس نے کہا و جعتنی فاقدنی، آپؐ نے مجھے درد پہنچایا ہے۔اس لئے مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیں۔آپؐ نے وہی شاخ اس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا "استقر" بدلہ لے لو اس شخص نے آپ کا پیٹ مبارک چوم کر کہا میں نے آپ کو معاف کردیا۔امید ہے آپؐ قیامت کے روز میری شفاعت کریں گے" (۷)

اس قسم کے مختلف واقعات ہیں جن کے متعلق عمر فاروقؓ فرماتے ہیں:

وقد رأيت رسول الله ﷺ اقص من نفسه (۸)

میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی ذات سے بھی بدلہ دیتے تھے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی ذات سے بدلہ لینے کا حق دیا ہے۔

ابوبکرؓ نے بھی ایک شخص کو اپنی ذات سے بدلہ دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی حضرت سعدؓ کو اپنی ذات سے بدلہ دیا تھا۔(۹)

رسول اللہ ﷺ اپنی آخری بیماری میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

ايها الناس من كنت جلدته ظهر فهذا ظهري فليستقدمنه ومن كنت تشتمت له عرضا فهذا عرضي فليستقرمنه ومن اخذت له مالاً فهذا مالي فلياء خترمة ولا يخشي الشهاء من قبلهم فانه ليس من شاني الاوان احبكم الي

من اخذمنی حقا ان کانہ لہ اوعللنی فلقیت ربی وانا طیب النفس ثم نزل فصلی الظھر ثم رجع الی المنبر فعادلمقالتہ الاولی ۔(۱۰)

لوگوں میں نے جس کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہوتو یہ میری پیٹھ حاضر ہے۔وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔اور اگر میں نے کسی کی عزت پر سب وشتم سے زیادتی کی ہوتو میری عزت حاضر ہے اس سے بدلہ لے لے اور اگر میں نے کسی کا مال دبا لیا ہوتو یہ میرا مال حاضر ہے اس میں سے اپنا حق لے لے اور میری طرف سے ناراضی کا خطرہ بھی دل میں نہ لائے۔ کیونکہ میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو اپنا حق 'اگر ہے تو' مجھ سے لے لے' تاکہ میں اطمینان قلب سے اپنے رب کے دربار میں پیش ہوں یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے پھر ظہر کی نماز پڑھی۔نماز کے بعد آپؐ دوبارہ منبر پر تشریف لائے اور پھر یہ کلمات دہرائے۔

خلفائے راشدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایھا الناس قدولیت علیکم ولیست بخیر کم ان احسنت فامینونی وان اسأت نقوموني ۔ اطیعوني ما اطمت اللہ ورسولہ نازا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعہ لي علیکم ۔(۱۱)

لوگو! مجھے تمہارا امیر بنادیا گیا ہے جب کہ میں تم سے افضل نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برا کام کروں تو مجھے سیدھا کردینا اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہوں اور اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تمہارے ذمہ میری اطاعت نہیں۔

سیدنا فاروق: ان رأیتم فی اعوجا جا فقوموہ ۔ فیقول الرجل واللہ لورائینا فیک اعوجا جالقوضاہ بمد سیونتا فیقول عمر الحمدللہ الذی جعلی فی انہ محمد من یقوم اعوجاج عمد۔(۱۲)

اگر تم مجھ میں ٹیڑھاپن دیکھو تو اسے سیدھا کردو تو ایک نے کہا اللہ کی قسم اگر ہم نے آپ میں ٹیڑھاپن دیکھا تو تلوار کی نوک سے سیدھا کردیں گے۔تو آپؓ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے امت محمدیہؐ میں ایسے شخص کو پیدا کیا جو عمرؓ کے ٹیڑھاپن کو سیدھا کرے۔

ضعیفکم عندی قوی حتی اخزلہ الحق وقویکم عندی ضعیف حتی اختر الحق منہ (۱۳)

تم میں سے کمزور میرے نزدیک مضبوط ہے جب تک اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں سے مضبوط میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کرلوں۔

لوروت انی وایاکم فی سفینۃ فی لجۃ البحر تذھب بنا شرقاً وغربا

فلن لیعجز الناس ان یولوا رجلا منهم فان استقام اتبعوه وان جتف قتلوه فقال طلحه وما علیک لو قلت وان تحوج عزلوه قال لا القتل الکل فمن بعده ۔ (۱۴)

کاش میں اور تم سمندر کے وسط میں ایک سفینہ میں سوار ہوتے جو ہمیں شرق وغرب میں لئے بھٹکتا اس صورت میں یہ لوگ یقیناً کس کو امیر بنا لیتے پس اگر وہ صحیح چلتا تو یہ اس کی اطاعت کرتے اور اگر غلط چلتا تو قتل کر دیتے۔ حضرت طلحہؓ فرمانے لگے کہ اگر آپ یوں کہہ دیں کہ اگر وہ غلط چلے تو اسے معزول کر دیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ اس کا قتل آنے والے حاکم کے لئے زیادہ عبرت آموز ہے۔

وحینما اسلم ملک الفسانه جبلة ابن الایلعم جاء الی الکعبة واغزیا لطواف فداس امر الاعراب علی ازاره فلطمه فاشتکی الاعرابی الی عمر بن الخطاب فاحضر جبلة وحکم بان یضربه الاعرابی فقال حیله انا امیر وهو سوقة فقال عمر کلمة الاسلام ساوی بینکما (۱۵)

شاہ غسانہ جبلہ بن الہیم جب مسلمان ہوا تو حرم شریف میں حاضر ہو کر طواف کر رہا تھا کہ کسی اعرابی کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا جس پر اس نے اعرابی کو تھپڑ رسید کیا' اعرابی شکایت لے کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا آپؐ نے جبلہ کو طلب فرما کر فیصلہ فرمایا کہ اعرابی اسے تھپڑ مار کر بدلہ لے لے اس پر جبلہ نے کہا میں بادشاہ ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے یہ کس طرح مجھ سے قصاص لے سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اسلام نے تم دونوں کو حقوق میں برابر کر دیا ہے۔

<u>حضرت عثمانؓ</u>: ایک دفعہ ایک مجمع میں فرمایا: اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا ظلم کرنے کا کوئی دعویٰ ہو تو میں حاضر ہوں اگر چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لے اور اگر چاہے معاف کر دے۔ (۱۶)

<u>فقہائے حنفیہ کا فتویٰ</u>: اور فقہائے حنفیہ کا فتویٰ یہی ہے کہ قاضی امیر المومنین اور اسکے عمال اور اس طرح دوسرے قاضیوں کے مقدمات کی سماعت کر سکتا ہے اور فیصلہ دے سکتا ہے۔ قاضی خان فرماتے ہیں:

ویجوز قضاء القاضی للامیر الذی ولاه وکذلک قضاء القاضی الاسفل للقاضی الاعلی وقضأ الاعلی للقاضی الاسفل۔ (۱۷)

قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس امیر کے مقدمات کا فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا تھا اور اس طرح قاضی اعلیٰ' قاضی اسفل کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور قاضی اسفل' قاضی اعلیٰ کے مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

عدلیہ کی آزادی اور خود مختاری کے متعلق امام اعظم کی رائے یہ تھی کہ قاضی کا حکم خود خلیفہ پر بھی نافذ ہونا چاہیے اور اگر قاضی اپنا فیصلہ حکمران اور اس کے عمال پر نافذ نہ کر سکتا ہو تو اسے قضاء کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دینا چاہیے۔

عدلیہ اور انتظامیہ

اسلامی عدلیہ' انتظامیہ سے متاثر نہیں: جسٹس امیر علی نے اپنی مشہور تصنیف میں پروان ہمیر کا یہ قول نقل کیا ہے۔

''اسلامی نظام اپنی ابتداء ہی میں زبانی وعملی ہر دو اعتبار سے عدلیہ اور انتظامیہ کے مابین تفریق کا اعلان کرتا ہے۔ (۱۸)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ عہد فاروقیؓ میں فتوحات بکثرت ہونے کی وجہ سے جب حکومت کا کام بڑھ گیا تو حکومت کے مختلف شعبوں کی باقاعدہ تنظیم ہوئی اور اس وقت نہ صرف خلیفہ کے لئے بلکہ ان کے مقرر کردہ نائب (گورنروں) کے لئے بھی انتظامیہ اور عدالتی امور سرانجام دینا دشوار ہو گئے اور رعایا کی سہولت بھی اسی میں تھی کہ عدالتی امور کو انتظامی امور سے آزاد کر دیا جائے۔ زھری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عدلیہ کا کام جناب علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا تھا۔ اور ابن خلدون کہتے ہیں کہ دار الخلافہ مدینہ منورہ میں قضاء کا کام حضرت ابوالدرداء حجازیؓ کے سپرد کیا تھا اور بصرہ میں شریح کے اور کوفہ میں ابوموسیٰ اشعری کے ذمہ تھا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک ابدی دین ہے وہ سیاست وحکمرانی کے لئے ایسی بنیادی ہدایات دیتا ہے جن کی روشنی میں ہر زمانہ کے مطابق انتظامی جزئیات اور طریق کار کو خود طے کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ بات کہ عدلیہ' انتظامیہ سے بالکل الگ رہے یا اس کے ساتھ وابستہ' اس بارے میں کوئی ایسا متعین حکم نہیں دیا گیا جو ہر دور میں ناقابل تبدیل ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو بیک وقت انتظامیہ اور عدلیہ دونوں کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ خلفائے الراشدین میں بھی یہی طرز عمل رہا مگر بعد کی اسلامی حکومتوں میں اس طریق کو بدل دیا گیا اور امیر المومنین کو انتظامیہ کا اور قاضی القضاۃ کو عدلیہ کا سربراہ بنایا گیا اور کسی بھی دور میں حکمرانوں کی امانت ودیانت پر اگر بھروسہ نہ رہے تو عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد کر دیا جائے تاکہ عدل وانصاف متاثر نہ ہو۔

قاضی کی سروس کا تحفظ: عدالت کی آزادی خودمختاری کے خلاف سب سے خطرناک ہتھیار جج کو بلا کسی وجہ کے اپنے عہدہ سے معزول کر دیتا ہے۔ اسی لئے عدالت کی خودمختاری برقرار رکھنے کے لئے دساتیر میں اس کی ضمانت دی گئی ہے کہ ججوں کو اس وقت تک ان کے عہدے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا جب تک ان پر پیشہ ورانہ بددیانتی کا الزام ثابت نہ ہو جائے۔ چنانچہ آج کل دنیا کی تمام حکومتوں میں عدالتوں کے ججوں کو کسی واضح الزام کے بغیر ان کے عہدوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ولیس للولی غزل القاضی مادام میقما علی الشرائط لانه بالولایة یصیر ناظر اللمسلمین علی سبیل المصلحة لاعن الامام (۱۹)

حاکم کو قاضی کے عزل کا حق حاصل نہیں ہے جب تک وہ شرائط پر قائم ہو۔ کیونکہ منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد وہ علی سبیل المصلحہ مسلمانوں کے امور کا نگران اور ان کے حقوق کا نگہبان ہو جاتا ہے' نہ کہ امام کی جانب سے۔

تاہم اسلام کے نظام عدل میں قاضی کی بالادستی کی بجائے قانون کی بالادستی ہے اور خلیفہ وقت کی طرح قاضی القضاۃ بھی جواب دہ ہے۔ اگر اس چیف جسٹس پر بھی دعویٰ ہوجائے تو دوسرے قاضی کی عدالت میں باقاعدہ اس کی سماعت ہوگی۔ فقہائے حنفیہ کا فتویٰ یہی ہے کہ قاضی امیر المؤمنین اور اس کے عمال اور اس طرح دوسرے قاضیوں کے مقدمات کی سماعت کرسکتا ہے اور فیصلہ دے سکتا ہے۔

ویجور قضاء القاضی للامیر الذی ولاہ و کذلک قضاء القاضی الاسفل للقاضی الاعلیٰ وقضاء الاعلی للقاضی الاسفل (۲۰)

قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس امیر کے مقدمے کا فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا تھا اور اس طرح قاضی اعلیٰ قاضی اسفل کے مقدمے کا فیصلہ کرسکتا ہے اور قاضی اسفل، قاضی اعلیٰ کے مقدمے کا فیصلہ کرسکتا ہے۔

حضرت فاروقؓ کا ارشاد ہے: لودوت انی وایاکم فی سفینة فی لجة البحر تذهب بنا شرقا وغربا فلن لیعجز الناس ان یولوا رجلا منهم فان استقام اتبعوہ وان جنف قتلوہ فقال طلحه وما علیک لو قلت وان تعوج عزلوہ قال لا القتل انکل لمن بعدہ۔ (۲۱)

حضرت عمرؓ کی خواہش یہ تھی کہ کسی بھی منصب پر فائز شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے عبرتناک سزا ملنی چاہیے۔

توہین عدالت کا قانون

__قاضی اور عدلیہ کا وقار:__ قیام عدل کے لئے عدلیہ اور قاضی کا وقار ایک بنیادی ضرورت ہے۔ عدلیہ کا وقار اور جج کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے حکومت کو وہ سارے وسائل اختیار کرنے چاہئیں جو وہ کرسکتی ہے۔ اور ایسا کرنا قاضی پر احسان نہیں بلکہ معاشرہ کا وقار اور صحیح نظام قائم رکھنے کے لئے یہ ایک ناگریز عمل ہے۔ اور لوگوں کے لئے بھی اپنے جیسے انسان کی قدر و عظمت اور اسکے احکام کی تعمیل صرف اس صورت میں ممکن ہے جب جج اور عدلیہ کا وقار اور عظمت ہر قیمت پر قائم رہے۔ البتہ اسلامی نظام عدل میں خلیفہ وقت اور قاضی سے بڑھ کر قانون کو حاکمیت حاصل ہے اور یہی عدالت کی روح ہے، عصر حاضر کے مروجہ قانون میں بھی توہین عدالت ایک جرم ہے توہین عدالت سے مراد ہر وہ کام ہے جو عدلیہ کے وقار اور جج کی Status کے خلاف ہو

__قرآن کریم:__ فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم ثم لایجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما۔ (۲۲)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ ﷺ سے تصفیہ کرادیں پھر اس کے بعد آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور

پورا پورا تسلیم کرلیں۔

مفسرین کی آراء

حکیم الامت مولانا تھانویؒ : آپؐ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے فیصلہ کرادیں۔ (۲۳)

مفتی محمد شفیعؒ مفسرین نے فرمایا کہ ارشاد قرآنی پر یہ عمل آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں' آپؐ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ حکم قیامت تک اس طرح جاری ہے کہ آپ کے زمانہ مبارک میں خود بلاواسطہ آپ سے رجوع کیا جائے۔ اور آپؐ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے۔ (۲۴)

آیت مذکورہ الصدر کے ذیل میں مفسرین کرام کی تفسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شرعی عدالت کے ہر قاضی اور اس کے ہر شرعی فیصلہ کو یہ عظمت و وقار حاصل ہوگا۔

دو تاریخی واقعے: ابوالموفق سیف بن جابر عہد عباسی میں قاضی واسط کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ترش کلامی کی تو قاضی نے اسے قید کردیا۔ سلیمان بن شیخ نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی ذات کیلئے اسے قید کیا ہے کیونکہ قاضی کے حکم کی توہین دراصل قانون اسلامی کی توہین ہے اور قانون اسلامی کی توہین پورے اہل اسلام کی توہین ہے۔ (۲۵)

ایک قاضی کے ہاں دو شخصوں کا مقدمہ ہوا مگر مدعی علیہ نے پہل کر کے اپنے آپ کو مدعی بنادیا صاحب حق اپنے فریق مخالف پر تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑا۔ قاضی ابن جربویہ اس قدر اس کی حرکت پر چیخے کہ عدالت اس ڈانٹ سے بھر گئی اور پھر کہا کہ اللہ تجھے کبھی نہ ہنسائے کیوں ہنس رہا ہے۔ اللہ تجھے غارت کرے تو ہنس رہا ہے جب کہ تیرا قاضی جنت اور جہنم کے درمیان معلق ہے۔ قاضی کا اس شخص پر اتنا رعب ہوا کہ وہ تین ماہ بیمار پڑا رہا اور جب اس کے ساتھی نے اس شخص سے ملاقات کی اور اس کی بابت پوچھا تو اس نے کہا اب تک قاضی کی چیخ میرے دل میں ہے اور گھائل کئے دے رہی ہے۔ (۲۶)

دیگر امور اس کے علاوہ درج ذیل چند امور بھی توہین عدالت کے ضمن میں آتے ہیں اور ان پر تعزیر ہے۔

۱۔ عذر کے بغیر عدالت کے سمن کی عدم تعمیل ۲۔ جھوٹی گواہی

۳۔ جھوٹا بیان ۴۔ دعویٰ سے ہٹ کر فریقین میں گالی گلوچ۔ (۲۷)

عدالت کے سمن کی عدم تعمیل

قرآن کریم واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون۔ (۲۸)

اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسولؐ ان کے (اور ان کے خصوم کے) کے درمیان فیصلہ کردے دیں تو تمہیں ان میں کا ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے۔

<u>مفسرین اور فقہاء:</u> ابوبکر الجصاص اس مذکورۃ الصدر کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (۲۹)

هذا يدل على ان من ادعى على غيره حقا و دعا) الى الحاكم فعلية اجابته و المصيو معه اليه"

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کے خلاف کسی حق کا دعوی کرے اور اسے قاضی کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے بلوائے تو مدعی علیہ پر اس کے ساتھ عدالت میں جانا واجب ہے۔ کیونکہ ''جب ان کو اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے'' اس سے مراد اللہ کے حکم کی طرف بلایا جانا ہے جو حکم قاضی نے نافذ کرنا ہے۔ نیز آیت کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص قاضی کے پاس آ کر کسی شخص کے خلاف اپنے حق کا دعویٰ کرے تو قاضی پر مدعی علیہ کو حاضر کرنا مدعی کی اعانت کرنا اور غاصب اور مدعی کے حق کی درمیان رکاوٹ بننا واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص کو قاضی کی طرف بلایا گیا ہو اور وہ پیش نہ ہو تو وہ ظالم ہے اس کا کوئی حق نہیں''

لان قوله تعالىٰ و اذا دعوا الى الله معناه الى حكم الله ويدل على من اتى الحاكم فادعىٰ على غيره حقا ان على الحاكم ان يعديه ويحضره ويحول بينه وبين تصرفه و اشغاله وقد روى عن سمره قال قال رسول الله ﷺ من دعى الى سلطان فلم يجب فهو ظالم لاحق له۔ وعن ابى الاشهب عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ من دعى الى حاكم من حكام المسلمين فلم يجب فهو ظالم لاحق له فهذا الاجنار مو اطئه لما دلت عليه الاية۔

۲۔　"انما كان قول المؤمنين اذا دعوا الى الله ورسوله ليحكم بينهم ان يقولوا سمعنا و اطعنا' و اؤلئك هم المفلحون۔ (۳۰)

(آیت مذکورہ الصدر) تاكيد لما تقدم ذكره من وجب الاجابة الى الحكم اذا دعوا اليه وجعل ذلك من صفات المؤمنين ودل على ان من دعى فعليه الاجابة بان يقول سمعنا و اطعنا ثم يصير معه الى الحاكم۔ (۳۱)

اور جب مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی۔...... اس آیت میں ہمارے سابقہ بیان کے مطابق اس امر کی تاکید ہے کہ جب مسلمان کو عدالت میں طلب کیا جائے وہ فوراً حاضر ہو اور اس حاضری کو اللہ نے مومنین کے اوصاف میں شمار فرمایا ہے اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جسے بلایا جائے اس پر حاضر ہونا واجب ہو جاتا ہے' کیونکہ مومنین کا قول "سمعنا و اطعنا" قرار

دیا گیا ہے چنانچہ اطاعت کے تقاضہ کے مطابق بلانے والے کے ہمراہ حاکم وقاضی کے پاس فوراً حاضر ہوجائے۔

اس لئے فقہائے کرام نے اجازت دی ہے کہ فریق مقدمہ کو بہرصورت عدالت میں جبراً حاضر کیا جائے اور اس کی ہٹ دھرمی کی مناسبت سے اس کے ساتھ سلوک کیا جائے اور شرعی تعزیر دی جائے۔

فقہائے امت

ابن ابی الدم الحموی: اذا استعری الحاکم رجل علی رجل وطلب منه اخصار الی مجلس الحکم لمخاصمته بعث الحاکم الیه رجلا من اجریائه او خاتمه او طینا فحتوما بخاتمه الی المطلوب لاخصاره ویجب علی المرعوا الاجابه الا ان یوکل اور یقض الحق الی الطالب فان امتنع من ذلک کله بعث الحاکم الی صاحب الشرطة عرفه ذلک لیحضره الیه فاذ حضر عزره علی امتناعه بما یلق به ان لم یبر عذرا۔ (۳۲)

اگر کوئی شخص قاضی کے پاس کسی شخص کی زیادتی کا دعوی لے کر حاضر ہو اور اس مدعا علیہ کو عدالت میں طلب کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اپنا اہل کار یا سمن مطلوبہ شخص کی طرف بھیجے اور اسے عدالت میں طلب کرے۔ مطلوبہ شخص کے لئے عدالت میں حاضری ضروری ہوگی ہاں اگر کسی شخص کو وہ وکیل بنالے یا مدعی کو اس کا حق دے دے تو حاضری واجب نہ رہے گی۔ اگر ان تمام باتوں سے انکار کردے تو قاضی پولیس کے ذریعے اسے عدالت میں حاضر کرادے اور جب وہ پیش ہو تو اگر غیر حاضری کا کوئی قابل قبول عذر پیش نہ کرسکے تو اسے تعزیری سزا دے۔

علامہ سمنانیؒ: واذا امتنع الخصم عن الحضور مع خصمه قبل ان یدعوه القاضی الی الحکم لم یکن للحاکم تادیبه علی ذلک وان قلتارنه یا ثم اما اذا ور دته طینه القاضی وخاتمه والمحضر فان القاضی یحضره بالوالی ویتقدم مما یراه من تادیبه اذا شهره عنه شاهدان بامتناعه عن الحضور ان شاء جلسه قلیلاً وان شاه کثیراً (۳۳)

اگر مدعی علیہ مدعی کے ساتھ قاضی کے طلب کرنے سے پہلے عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کردے تو اس پر قاضی اس کے خلاف تادیبی کارروائی نہیں کرسکتا اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اس پر بھی وہ گنہ گار ہوگا' لیکن اگر اس کے پاس قاضی کی طرف سے سمن' مہر یا بیلف آجائے تو پھر (غیر حاضری کی صورت میں) قاضی اسے حکومت کے ذریعے حاضر کرادے اور اپنی صوابدید کے مطابق اسے تعزیری سزا دے اگر دو گواہ اس کے بارے میں یہ گواہی دے دیں کہ اس نے عدالت میں حاضری سے پس و پیش کی قاضی کو چاہیے تھوڑی یا زیادہ مدت کیلئے اسے گرفتار کردے۔ (جاری ہے)